Name of the schooler : Rahat afza
Name of the supervisor . professor : kausar mazhari
DPT of Urdu .jmi. faculty of humanites & Languages
Date of submission 11 sept 2017
Topic : AZADI KE BAAD KHAWATEEN AFSANA NIGAR (HINDUSTANI PAS MANZR MEIN)

اردو افسانہ تقریبا ڈھیڑ ھ صدی کی مسافت طے کر چکا ہے ۔ جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ اردو افسانے کے ابتدائی نقوش قدیم قصے کہانیوں میں ملتے ہیں شروعات میں قدیم قصے کہانیاں اور پھر بعد میں اردو ناول نے اپنے وجود کو استحکام بخشا ۔بیسویں صدی میں جب قوی اور بین القوای سطح پر تغیرات رونما ہوئے تو انسان کی فکری تبدیلی کے ساتھ ساتھ اردو ادب میں بھی انتشار پیدا ہوا اور نتیجتااردو افسانے جنم لیا۔ شروعات میں اردو افسانے پر دو رجحانات نے وارد ہوئے ۔ جن کے جنم داتا ۔ سجاد حیدر یلدرم اور منشی پریم چند تھے۔ پہلے رجحان کا نام رومانیت سے تعبیر کیا گیا اور دوسرے کا حقیقت پسند ی سے۔ انھیں دونوں رجحانات کے تحت خواتین اور مرد افسانہ نگار وں نے افسانے تخلیق کرنا شروع کیے۔ آزادی سے قبل بیسوی صدی کے ربع اول میں جب خواتین افسانہ نگاروں نے اس میدان طبع آزمائی شروع کی تو سب سے پہلے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اردو کی پہلی افسانہ نگار کون تھیں ۔ میں نے اپنی تحقیق میں اردو افسانہ نگاری کی تاریخ حقائق کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ علامہ راشدالخیری جن کو اردو کا پہلا افسانہ نگار تسلیم کیا جا چکا ہے جن کا پہلا افسانہ دسمبر ۱۹۰۳ ؁ء میں افسانہ'' نصیر اور خدیجہ'' لکھا جو رسالہ '' مخزن '' لاہور سے شائع ہوا ۔ اور اس کے بعد اردو افسانہ کی ڈگر تیزی سے چل پڑی ۔ اس طرح خواتین افسانہ نگاروں کی بابت یہ کہا جائے کہ اولین افسانہ نگار نذر سجاد حیدہیں تو بے جا نہ ہوگا میری تحقیق کے مطابق نذر سجاد حیدر کا پہلا افسانہ '' مہذب گھر'' ہے جو کہ ماہنامہ '' عصمت'' میں قسط وار مارچ و اپریل ۱۹۰۹ ؁ء جلد نمبر۲ ، شمارہ نمبر ۲ میں شائع ہو چکا تھا ۔ نذر سجاد حیدر کے موضوعات معاشرتی تھے ان کے افسانوں میں سماجی مسائل کی عکاسی بڑے موثر انداز میں کی گئی ہے البتہ انکی کہانیوں میں فنی کمزوریوں کے ساتھ مقصدیت کی چھاپ نظر آتی ہے ۔ ما قبل آزادی خواتین افسانہ نگار وں کے جو نام سامنے آتے ہیں ان میں عباسی بیگم ، اکبری بیگم، محمدی بیگم صغراہمایوں مرزا، خاتون اکرام، اے آر خاتون،عطیہ فیضی ، بیگم سلطان، بیگم بھوپالی، مرزا عبدالقادر، حجاب امتیاز علی، (یہ فہرست نا مکمل ہے) یہ وہ خاتون ہیں جنھوں نے اپنے افسانوں سے اردو ادب میں نام کمایا اور ان میں کچھ بہت مشہور بھی ہوئیں۔

ما قبل آزادی خواتین افسانہ نگاروں کے یہاں موضوعاتی سطح پر اخلاقی اور تبلیغی اثرات نمایاں طور پر سامنے آتے ہیں ۔ یہ تمام موضوعات عورتوں کی خانگی زندگی سے ہی متعلق تھے ۔ زیادہ تر خواتین نے علامہ راشدالخیری کی پیروی کرتے ہوئے مشرقی معاشرے کی عکاسی کی ہے اس کے بر عکس بعض خواتین جیسے حجاب امتیاز علی اور مسز عبدالقادر کے یہا گو تھک افسانے بھی ملتے ہیں ۔ بلکہ یہ رجحان ان کے یہاں خوب پروان چڑھا ۔ گو تھک افسانے وہ ہوتے ہیں جن میں رومان کے ساتھ خوف و دہشت ، تشدد اور غیر فطری واقعات ما فوق الفطری عناصر اس ترتیب سے آتے ہوں جو افسانے کو ایک قسم کی انفرادیت عطا کردے ۔ اس قسم کے افسانوں کی عمر زیادہ لمبی نہیں تھی ۔ ۱۹۳۶ ؁ء تک آتے آتے اردو افسانے میں رومانیت اور روایت پسندی کے خلاف آواز بلند ہونے لگی اور ، انگارے، کی اشاعت کے بعد اردو افسانے کا رخ ہی تبدیل ہو گیا ۔ اس مجموعے میں ڈاکٹر رشید جہاں کی دو کہانیاں شامل تھیں ۔ رشید

جہاں نے اردو افسانے میں پہلی بار دلیر انا انداز میں سماج کی جڑوں میں پیوست متوسط طبقے کی عورتوں کے مسائل کے خلاف آواز اٹھائی ۔
باب اول میں آزادی سے قبل خواتین افسانہ نگاروں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے ۔ جس کے تحت یہ بات سامنے آتی ہے کی اس دور کی خواتین تخلیق کاروں میں اردو افسانے کے مختلف رجحانات کو قبول کرتے ہوئے افسانوی ادب میں اپنی شمولیت کا احساس دلایا ، مسلم معاشرے کی تصویر کشی کرتے ہوئے خانگی مسائل سے پردہ اٹھایا

باب دو م کے تحت آزادی کے بعد سے ۱۹۸۰ سنہء تک خواتین افسانہ نگاروں کے موضوعات مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ آزادی کے بعد جو نسل خواتین افسانہ نگاروں کی اردو افسانے کی افق پر ابھر کر سامنے آتی ہے ان میں عصمت چغتائی ، صالحہ عابد حسین ، رضیہ سجاد ظہیر ، شکیلہ اختر ، ممتاز شیریں ، صدیقہ بیگم سیوہاروی، قرۃالعین حیدر ، جیلانی بانوں ، صغرا مہدی وغیرہ کے نام سامنے آتے ہیں۔اس دور میں جن افسانہ نگاروں کے نام ابھر کر سامنے آتے ہیں ان میں بیشتر خواتین نے اپنی صلاحیت کے نمونے آزادی سے قبل ہی دکھنا شروع کردیے تھے اس کے بعد ترقی پسند تحریک کے دور میں با ضابط طور پر اپنی شناخت قائم کر لی تقریبا۱۹۸۰ء تک ان کی افسانہ نگاری کے نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں ان با صلاحیت افسانہ نگاروں کے یہاں فن کی پختگی اورمو ضوعات کی رنگارنگی دیکھنے کو ملتی ہے انہوں نے نہ صرف ہندوستان کے معاشرے کی صورت حال کی ہو بہو عکاسی ہی نہیں کی بلکہ قومی اور بین ا لقوامی مسائل کو بھی اپنے افسانوں میں جگہ دی ۔

باب سوم میں ۱۹۸۰ کے بعد کے عہد کو ما بعد جدیدیت کے نام سے مو صوم کیا گیا ہے اس دور کی بدلتی ہوئی انسانی زندگی اور انقلاب آفریں تغیرات جس میں جدید ٹکنلوجی کا انسانی زندگی پر حاوی ہونا جیسے مضوعات نے اردو افسانوں میں جگہ پائی ہے اس نسل کی نمائندہ خواتین افسانہ نگاروں میں زکیہ مشہدی ، ترنم ریاض ، صبیحہ انور ، نگار عظیم،، قمر جہاں ، شائسہتہ فاخری ، صادقہ نواب سحر ، ثروت خاں ن، غزال ضیغم ، تسنیم کوثر ، وغیرہ کے نام قابل ذکر ہے
باب چہارم میں آزادی سے قبل خواتین افسانہ نگارون کی زبان اسلوب اور ٹکنیک کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے ۔ جس کے تحت اس امر کی وضاحت کی ہے کہ اس دور میں رومانیت اور حقیقت پسندی دو اسلوب اردو افسانوں پر حاوی تھے ۔ انکی پیروی خواتین افسانہ نگاروں نے بھی بخوبی کی ۔ اسی طرح باب پنجم میں آزادی کے بعد خواتین افسانہ نگاروں کے بعد فن کا اسلوب بیاتی اور تکنیکی مطالعہ پیش کیا گیا ہے اور نتیجے کے طور پر یہ بات سامنے آئی کہ اس دور کی خواتیں افسانہ نگاروں نے زبان بیان ، طرز اظہار اور تکنیکی تجربات میں مردوں کے مقابلے کئی اہم نکات کو واضح کیا ہے اس میں بیانیہ پر مضبوط پکڑ اور زبان میں روانی پائی جاتی ہے ۔گزشتہ کئی دہائیوں میں افسانے کے اسلوب پر تجریدیت کا غلبہ تھا۔ لیکن ما بعد جدیدیت میں اس کی کشمکش معدوم ہوگئی اور آج کا فن نسبتا زیادہ فعال نظر آتا ہے ۔ آج کی خواتین نے بھی افسانے کا خیال رکھتے ہوئے نہ صرف کہانی پن کو بحال کیا بلکہ قاری اور فن پارے کے ما بین افہام وتفہیم کی فضا کو بھی ہموار کیا ہے ۔ کردار سازی اور انسانی رشتوں پر بھی توجہ مر کوز کی ہے۔ آج کی خواتین افسانہ نگاروں کی بابت یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ آج کی خواتین گزشتہ صدی کی خواتین افسانہ نگاروں کی پیروی کرتے ہوے اپنی صلاحیت اور صحت مند روایت کی پا س داری کرنے

میں ہر لمحہ گامزن ہیں اور اردو افسانے کے خوش آئینہ مستقبل کی معتبر آواز بھی بن کر ابھر رہی ہیں۔